29

تم میں سے ہر ایک اپنا فرض ادا کرتا چلا جائے

(فرمودہ ۱۴ اگست ۱۹۲۵ء)

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

چونکہ میرے گلے میں کچھ تکلیف ہے میں زیادہ بول نہیں سکتا۔ مختصراً میں ایک ایسے معاملے کے متعلق کہ جو زندگی اور موت کا سوال ہو رہا ہے اور جماعت کے لوگ اس سے بے پرواہ ہو رہے ہیں کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں اور وہ سوال تبلیغ کا سوال ہے۔

قرآن کریم سے ہمیں معلوم ہوتا ہے وہ قوم زندہ نہیں رہتی اور وہ قوم کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جو اپنی مذہبی اور دینی حیثیت قائم نہیں رکھتی اور ہرگز وہ اپنے اخلاق کو اس وقت تک درست کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ وہ قوم تبلیغ میں مشغول نہیں ہوتی۔ ہمارا سارا کام اسی نقطہ کے گرد چکر کھاتا ہے اور اسی مرکز کے گرد گھوم رہا ہے۔ ہماری اور دوسروں کی اصلاح کا ذریعہ یہی ہے۔ ہماری اور دوسروں کی فلاح اسی کے ذریعہ ہے۔ وہ واحد غرض بھی کہ خدا تعالیٰ کے جلال کو پورے طور پر دنیا میں ظاہر کیا جائے۔ اسی سے پوری ہو سکتی ہے اور آنحضرت ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ آخری زمانہ میں مسیح موعودؑ شیطان کو قتل کرے گا۔ یہ بھی اسی کی طرف اشارہ ہے کہ مسیح موعودؑ کے وقت تبلیغ و اشاعت کا کام بڑے زوروں سے شروع کیا جائے گا اور تبلیغ ہی ایک ہتھیار ہوگا جو فی الواقع شیطان کو قتل کرنے کے کام آئے گا۔ اگر ہم اس کو استعمال کریں تو یہی وہ ہتھیار ہوگا جو ایک ہی وار میں ان تمام مقاصد کو پورا کر جاتا ہے۔ اگر ہم اس کو چلائیں۔ تو ایسا ہتھیار ہمارے نفسوں کی بھی اصلاح کرتا چلا جاتا ہے اور دوسروں کو بھی اصلاح پانے کے قابل بناتا ہے۔ وہ تبلیغ کی تلوار جو ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ ہمارے لئے ہلاکتوں کے دروازوں کو بند کرتی ہے اور اس آگ کو دور کرتی ہے جو ہمارے اردگرد ہوتی ہے۔ کیونکہ جو شخص بھی ہماری

تبلیغ سے متاثر ہو کر سچائی کو قبول کرتا ہے بیشک وہ ہدایت تو پاتا ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ آگ بھی جو ہمارے گھر کے پاس تھی اور بھی دور چلی گئی۔

تبلیغ ہی سے خدا کا جلال دنیا میں ظاہر کیا جا سکتا ہے اور تبلیغ ہی سے شیطان کا سر بھی کچلا جا سکتا ہے۔ لیکن افسوس کہ ہماری جماعت کے افراد اس بارے میں غافل ہو رہے ہیں اور اس کی طرف اتنی توجہ نہیں کرتے جتنی کہ اس طرف کرنی چاہئے۔ اگر دس پندرہ شخصوں نے اتنی بڑی جماعت میں سے اس طرف خیال کر لیا۔ تو کیا کر لیا۔ اتنی بڑی ضرورت کے لئے دس پندرہ ہوئے ہی کیا؟

میں جب یہ کہتا ہوں کہ ہماری جماعت کے دس پندرہ آدمی ہی صرف اس کام کی اہمیت سمجھتے اور اسے کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ تو یہ مبالغہ نہیں ہے بلکہ حقیقت الامر ہی یہ ہے کہ ہماری جماعت کے افراد اس طرف سے غافل ہیں اور دس پندرہ سے زیادہ نہیں ہیں جو تبلیغ میں مصروف ہیں۔ حالانکہ تبلیغ ایک فرض ہے جو ہر ایک کے ذمہ ہے اور ہماری جماعت تو اور بھی اس ذمہ داری کے نیچے ہے۔

ایک فرض قوم پر فرض ہوتے ہیں۔ وہ ایک آدمی کے کرنے سے پورے ہو جاتے ہیں۔ ان فرضوں میں سے اگر کسی ایک فرض کو کوئی ایک آدمی بجا لایا تو سمجھا جائے گا کہ اس قوم نے اس فرض کو پورا کر دیا۔ لیکن جو فرض افراد پر ہوتے ہیں۔ وہ افراد کے ہی کرنے سے پورے ہوتے ہیں اور کوئی شخص دوسرے لوگوں کے کرنے سے ان سے نجات نہیں پا سکتا۔ مثلاً نماز ہے اب یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک کی جگہ دوسرا پڑھ لے تو وہ بھی اس سے سبکدوش ہو گیا۔ ایسا ہی کوئی شخص یہ کہہ کر نجات نہیں پا سکتا کہ زید اور بکر تبلیغ کر رہے ہیں یا ہمسائے تبلیغ کر رہے ہیں۔ یا بیوی تبلیغ کر رہی ہے۔ یا بچے تبلیغ کر رہے ہیں۔ کیونکہ یہ تو ہر ایک پر یکساں فرض ہے جس طرح زید پر اس فرض کا بوجھ ہے اسی طرح بکر پر بھی فرض ہے جس طرح بیوی اس کے کئے بغیر اس سے بری الذمہ نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح خاوند بھی جب تک اسے نہ کرے اس سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ غرض یہ سب پر فرض ہے۔ خواہ وہ کوئی بھی ہو پس اس صورت میں کہ جب یہ ہر ایک پر فرض ہے اور جب کہ اس زمانہ میں اس کی ازحد ضرورت ہے۔ اگر دس پندرہ فیصدی یا اس سے بھی کم لوگ تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں۔ اور باقی اس طرف توجہ نہیں کرتے۔ تو ان میں سے ہر ایک یہ سمجھ لے کہ وہ ایک گناہ میں مبتلا ہے اور ایک حکم صریح کی خلاف ورزی کر رہا ہے اور شیطان کے دروازے کھول رہا ہے کہ وہ ہمیں

غفلت میں پا کر ہلاک کر دے۔

اگر کسی گھر یا کسی گاؤں کو آگ لگ جائے تو چند لوگ ہی کیا اسے بجھانے کے لئے دوڑتے ہیں۔ یا کیا اس آگ کا بجھانا صرف مردوں تک ہی محدود ہے؟ نہیں بلکہ سب زن و مرد ہی اس آگ کو بجھاتے ہیں اور سب کے سب اس کام کو کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کا چھوٹے سے چھوٹا بچہ بھی جو کہ اس وقت چیخ رہا ہوتا ہے۔ وہ بھی آگ بجھانے میں مصروف ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی چیخیں بھی کئی آدمیوں کو بلا رہی ہوتی ہیں۔ مگر کیا یہ افسوسناک بات نہیں ہے کہ جس گھر کی حقیقت چند مرلہ زمین اور مالیت چند روپے سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اسے اگر آگ لگ جائے تو اس کے بجھانے کے لئے تو کیا عورت اور کیا مرد۔ کیا بچہ اور کیا بوڑھا سارے کے سارے لگ جاتے ہیں لیکن اس دنیا میں جو آگ لگی ہوئی ہے۔ اس کے لئے وہ کوشش نہیں کی جاتی جو ایک معمولی سے گھر کے لئے کی جاتی ہے۔

دوسرے لوگوں کو چھوڑ دو اور اپنی طرف نگاہ کرو اور اس بات کو اچھی طرح یاد رکھو۔ ہمارے ذمے یہ فرض ہے کہ ہم ہر وقت تبلیغ میں لگے رہیں۔ تو بہت سے لوگ ہیں جو یہ کافی سمجھتے ہیں کہ ان کو ہم ایک مبلغ بھیج دیں اور وہ خود کچھ نہ کریں۔ میں نے کبھی کسی گھر کے لوگوں کو یہ کہتے نہیں سنا کہ ادھر تو ان کے گھر کو آگ لگی ہوئی ہو اور ادھر وہ چارپائیوں پر باہر بیٹھے ہوئے ہوں اور افسوس کرتے ہوں کہ محلے والے نہ آئے کہ اس آگ کو بجھایا جاتا۔ بیشک وہ افسوس بھی کرتے ہیں لیکن تب جب وہ خود اس کو بجھانے کی پوری کوشش کر رہے ہوں۔ اور اس کام میں ہمہ تن مصروف ہوں مگر ایسا تو کبھی دیکھنے میں نہیں آیا کہ خود تو ہاتھ پاؤں نہ ہلائیں اور سامنے گھر کو آگ لگ رہی ہو اور وہ جل کر خاک سیاہ ہو رہا ہو اور وہ دوسروں پر گلہ کریں کہ محلے والے ہماری مدد کو نہ آئے۔ محلے والے مدد کو کیا آتے۔ جب وہ خود ہی کچھ نہیں کر رہے۔ تو کسی کو کیا احساس ہو سکتا ہے کہ فی الواقع تمہیں اس سے درد پیدا ہو رہا ہے۔ ایسے لوگ اگر خود کچھ کریں تو ہی لوگوں کو پتہ لگ سکتا ہے کہ ان کو اس آگ لگنے کا درد ہے اور وہ مدد کو آ سکتے ہیں لیکن جب یہ خود ہی محسوس نہیں کرتے۔ جب خود ہی انہیں اس آگ کا درد نہیں پیدا ہوتا۔ جب خود ہی اس آگ کو دیکھ کر ہاتھ پاؤں نہیں ہلاتے تو پھر دوسرا اگر مدد کو نہیں پہنچتا تو اس کا گلہ کیا۔ ایسے لوگوں کی مثال تو ان سستوں کی طرح ہے جن کا حال کسی دانا شخص نے لطیفہ کے طور پر بیان کیا ہے۔

کہتے ہیں ایک شخص سپاہی تھا سرکاری کام کے لئے کہیں سفر پر جا رہا تھا۔ سڑک کے پاس سے

جو گزرا تو اسے کسی نے آواز دی میاں راہ گزر ذرا ادھر آنا۔ اس پر وہ ادھرادھر دیکھنے لگا کہ کہاں سے آواز آئی تو اسے ایک جگہ ایک آدمی لیٹا ہوا نظر آیا۔ وہ سپاہی اس آواز پر اس کے پاس پہنچا۔ تو اس آواز دینے والے نے کہا کہ میاں میری چھاتی پر بیر پڑا ہے۔ ذرا اٹھا کر اسے میرے منہ میں ڈال دینا۔ قدرتاً ایسے کاموں میں انسان کو غصہ آ جاتا ہے۔ سپاہی کو بھی اس پر غصہ آگیا اور وہ اس پر ناراض ہونے لگا۔ پاس ہی ایک اور شخص لیٹا ہوا تھا وہ بول اٹھا کہ میاں تم ناراض کیوں ہو رہے ہو۔ تم نے اس کی سستی کا ابھی دیکھا ہی کیا ہے یہ تو بڑا ہی بے ہمت شخص ہے۔ ساری رات کتا میرا منہ چاٹتا رہا لیکن اس نے "ہشت" تک نہ کہا۔ اور اسے ہٹایا تک نہیں۔ یہ سن کر وہ سپاہی ان کو چھوڑ کر وہاں سے چل دیا۔ بظاہر یہ لطیفہ ہے لیکن یہ لطیفہ نہیں یہ نقطہ ہے۔ اس سے سبق حاصل کرنا چاہئے اس لطیفہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ بعض لوگ ایسے ست ہوتے ہیں کہ کھانا ان کے پاس دھرا ہے لیکن وہ اس انتظار میں ہیں کہ کوئی آئے اور لقمے ان کے منہ میں ڈالے۔ ایسے لوگ دوسروں کو بتاتے ہیں کہ تم آکر بیر ہمارے منہ میں ڈال دو۔ اور خود یہ نہیں کر سکتے کہ بیر کو اپنی چھاتی پر سے اٹھا کر منہ میں ڈال لیں۔ کیا یہی مثال ان لوگوں پر چسپاں نہیں ہوتی جو تبلیغ میں مشغول نہیں کہ ان کی بغل میں تو دشمن ہے اور وہ یہاں چٹھی لکھ دیتے ہیں کہ ہمیں مبلغ بھیج دو اور سمجھ لیتے ہیں کہ کوئی آنے جانے والا یہ کام کرلے گا۔ حالانکہ یہ کام ان کا اپنا ہے ان کو چاہئے کہ وہ دشمن کے لئے اپنے آپ کو خود تیار کریں۔ ایسے لوگ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ دور سے جانے والا تو ایک ہی دفعہ بیر ان کے منہ میں ڈال سکتا ہے اور ایک ہی دفعہ ہشت کرکے کتے کو پرے ہٹا سکتا ہے۔ لیکن ہمیشہ ایسا نہیں کر سکتا اور اگر وہ اسی بات پر رہیں گے کہ کوئی اور ہی آئے اور بیر ہمارے منہ میں ڈالے اور ہشت کرکے کتے کو پرے ہٹا دے تو اس کے ایک دفعہ ایسا کرنے کے بعد کون ہوگا جو ان کے لئے ہمیشہ کام کرے گا۔ اسے لطیفہ نہ جانو پس لطیفہ نہیں یہ نکتہ ہے اور نکتہ بھی نکتۂ معرفت جو کسی دانا اور عقل مند انسان نے بیان کیا ہے اور لوگوں کی عقل پر سے پردہ اٹھانے کے لئے یہ اچھی تدبیر اختیار کی ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ بعض لوگ جب قادیان کی طرف سے کوئی آدمی ان کے پاس نہیں پہنچتا بڑے پریشان ہو کر کہتے ہیں۔ افسوس قادیان والوں پر کہ ہماری خبر بھی نہیں لیتے مگر افسوس ان پر ہے کہ بیروں کا تھال تو ان کے سامنے پڑا ہے لیکن خود اٹھا کر کھا نہیں سکتے اور افسوس کرتے ہیں کہ قادیان کی طرف سے کوئی نہیں آیا جو ان کو ہمارے منہ میں ڈالتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض

دفعہ مبلغین کی ضرورت بھی پڑ جاتی ہے اور مرکز کی مدد کی بھی ضرورت پیدا ہو جاتی ہے لیکن ہر وقت مرکز کی طرف نگاہ رکھنا کہ وہاں سے ہی کوئی آدمی آئے۔ تو یہ کام ہو بالکل نا مناسب ہے اور نااہل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ بیشک بعض میوے سخت ہوتے ہیں جو ہاتھ سے نہیں ٹوٹتے بلکہ پتھر سے توڑے جاتے ہیں لیکن ہمیشہ ہمیش جو دوسرے آدمیوں کا منہ دیکھتے ہیں وہ نہ ہاتھوں سے کسی میوہ کو توڑ سکتے ہیں اور نہ پتھروں سے۔ ہماری جماعت کو ایسا نہیں چاہئے بلکہ اس کے لئے تو یہ ہونا چاہئے کہ وہ ہر میوہ کو توڑنے والی بنے خواہ وہ میوہ ہاتھ سے ٹوٹے اور خواہ پتھر سے۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ ہماری جماعت کے لوگ عام طور پر اس بات پر کار بند ہو رہے ہیں کہ ذرا ضرورت پڑی تو جھٹ قادیان مدد کے لئے لکھ دیتے ہیں اور خود اپنے آپ کو اس قابل بنانے کی کوشش نہیں کرتے کہ اپنی ضرورتوں کو آپ پورا کر سکیں اور یہ نہیں سوچتے کہ یہ کام ہمارے اپنے کرنے کا ہے۔ یہ نقص ہے جس سے ہم شیطان کا سر کچلنے میں کامیاب نہیں ہو سکے اور یہ کمی ہے جس کے باعث ہم خدا کا جلال دنیا میں پورے طور پر ظاہر نہیں کر سکے۔ پس ہماری جماعت کو چاہئے کہ ایسے ایسے موقعوں پر جب کہ انہیں کسی غیر کی مدد کی حاجت محسوس ہوتی ہے۔ خود کام کرنے کی اہلیت پیدا کریں۔

مبلغ کیا ہے۔ میں نے ایک مثال کے ذریعہ بتایا تھا کہ وہ ایک ایسا وجود ہے کہ اس کی مثال نالی کی سمجھ لو جو تھوڑی دور جا کر خشک ہو جاتی ہے۔ ریتلے میدان سے ایک نالی نکال کے لے جاؤ تھوڑی دور جا کر وہ خشک ہو جاتی ہے اور ریت ہی میں جذب ہو جاتی ہے لیکن کتنی بڑی ریت ہو آسمان سے گرنے والا پانی دریا بہا دیتا ہے اور نہ خشک ہوتا ہے اور نہ جذب۔

پرسوں میں کشتی میں سیر کے لئے گیا۔ میرے ساتھ میری چھوٹی لڑکی تھی۔ اس نے پوچھا کہ یہ پانی کہاں سے آیا مینہ تو قطرہ قطرہ برستا ہے پھر یہ اتنا پانی کدھر سے آگیا تو یہ بارش ہی کا کام ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ قطرہ قطرہ کرکے برستی ہے۔ پھر بھی دریا بہا دیتی ہے۔ ایک انچ اگر بارش ہو تو ایک میل تک گز گز اونچا پانی جمع ہو جاتا ہے۔ یہاں نشیب جگہ ہے۔ اس لئے سارا پانی یہاں جمع ہو جاتا ہے۔ تو یہ بارش ہمارے لئے نمونہ ہے کہ کس طرح وہ گڑھوں کو بھر دیتی ہے اور کس طرح وہ خشک اور ریتلے میدانوں میں دریا بہا دیتی ہے۔

ہماری جماعت کے افراد کی بارش کے قطروں کی مثال ہے اور مبلغ کی نالی کی۔ کتنی چوڑی بھی نالی ہو۔ وہ سیراب نہیں کر سکتی۔ لیکن بارش کے قطرے چونکہ ہر جگہ پر گر رہے ہوتے ہیں۔ اس لئے دریا تو دریا وہ طوفان نوح کا نظارہ بھی پیش کر سکتے ہیں۔ بیشک زمین کو سیراب کرنے کے لئے

کنوؤں اور نہروں وغیرہ سے بھی پانی بہم پہنچایا جاتا ہے لیکن کنوئیں اور نہریں وہ سیرابی نہیں کر سکتے جس طرح کہ بارش کا پانی۔ نہر کے پانی کی اگر فضیلت ہے تو یہ ہے کہ وہ اپنے اختیار میں ہوتے ہیں۔ جب چاہا لے لیا۔ اور جتنا چاہا برت لیا لیکن تاہم اس کو وہ درجہ حاصل نہیں جو بارش کے پانی کو ہے اور اگر بارش کا پانی بھی اختیار میں ہوتا۔ تو پھر نہروں کو کوئی پوچھتا بھی نہ۔

16/c

افراد کی تبلیغ بارش سے مشابہت رکھتی ہے لیکن ہماری بارش رکی ہوئی ہے اور اس بارش کے لئے دردِ دل اور نیت کی ضرورت ہے اگر دلوں میں یہ درد پیدا ہو جائے کہ دنیا پیاسی ہے اور اسے سیراب کرنا ہے اگر یہ نیت پختہ ہو جائے کہ دنیا کے ریتلے میدانوں میں دریا بہا دینے ہیں اور افراد جماعت پانی بن جائیں اور پانی بھی وہ پانی جو آسمان سے برستا ہے۔ تو پھر چند ہی دنوں میں دیکھ لوگے کہ کس طرح جل تھل ہو جاتا ہے اور کس طرح سبزہ ہی سبزہ پیدا ہو جاتا ہے لیکن یہ اس طرح نہیں ہو گا کہ لوگ خود تو بیٹھے رہیں اور دوسروں کا منہ دیکھا کریں بلکہ اس کے لئے ضرورت ہے کہ وہ بارش کی طرح گرنا شروع ہو جائیں اور دنیا کا کوئی گوشہ نہ چھوڑیں جو ان کی سیرابی سے باہر رہ جائے۔

بعض جگہ لوگوں نے کوشش کی ہیں اور نتائج بھی اچھے نکلے ہیں۔ بعض جگہ ایک آدمی کام کرنے والا پیدا ہوا اور اس کی کوشش سے وہاں جماعت پیدا ہو گئی اور سینکڑوں ہزاروں آدمی سلسلے میں داخل ہو گئے۔ لیکن یہ ایسی باتیں نہیں جو دنیا کی پیاس بجھانے والی ہوں۔ دنیا کی پیاس تو اسی سے بجھ سکتی ہے کہ افراد جماعت بارش کے قطروں کی طرح اس کو گھیر لیں اور اس کے گوشہ گوشہ کو سیراب کر دیں۔ پس جو لوگ اس فرض کو نہیں پہچانتے۔ وہ غفلت کر رہے ہیں اور ایسے لوگوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ ان میں سے ہر شخص جو کوتاہی کر رہا ہے وہ بادل کو پھاڑتا ہے اور یہ یاد رکھو کہ بادل جب پھٹا تو بارش نہیں ہوتی کیونکہ بادل کا پھٹنا اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ اب بارش نہیں ہوگی۔ اسی طرح جس جماعت کے بعض افراد تو کام میں مشغول ہوں اور بعض سستی کر رہے ہوں۔ وہ جماعت کامیاب نہیں ہو سکتی اور نہ ہی دوسروں کے لئے فائدہ رساں بن سکتی ہے۔ پس ہماری جماعت کے افراد کو چاہئے کہ وہ سستی کرنے والے نہ بنیں بلکہ کام کرنے والے بنیں۔ کیونکہ کام کرنے والے انسان زمین کے سیراب کرنے والے بارش کے بادل ہوتے ہیں جو گھٹا ٹوپ اٹھتے ہیں اور تمام دنیا پر چھا جاتے ہیں اور یہی ہوتے ہیں کہ جن سے کھیتیاں اگتی ہیں۔ یہی ہوتے ہیں کہ جن سے سبزہ پیدا ہوتا ہے۔ پس ہماری جماعت کو چاہئے کہ ایسے بادل بننے کی کوشش کریں۔ اگر وہ ایسا

کریں تو اهدنا الصراط المستقیم کی دعا جو ہر نماز میں مانگتے ہیں۔ کہ اے خدا تو سب کو ہدایت دے وہ بھی پوری ہو سکتی ہے۔ اگر سب کے سب تبلیغ میں لگ جائیں۔ تو یہ دعا ضائع نہ جائے۔ کیونکہ یہ بھی ضروری ہے کہ ساتھ ساتھ اسباب سے بھی کام لیا جائے۔

میں ایک عرصہ سے دیکھ رہا ہوں کہ لٹریری اور ادبی مذاق ہماری جماعت سے ویسے ہی اڑا جا رہا ہے جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ گویا اس لحاظ سے وہ مردہ ہوئی چلی جاتی ہے۔ میں نے انگریزی خوانوں کو متواتر کہا کہ وہ مضمون لکھیں لیکن وہ اس پر توجہ نہیں کرتے۔ میں محکموں کو بھی اس سے بری نہیں کر سکتا۔ ان کا کام یہ بھی ہے کہ وہ مضمون لیں لیکن تعلیم یافتہ طبقہ پر کچھ ایسی جمود اور موت کی حالت طاری ہے کہ وہ یہ دیکھ کر بھی کہ اعتراض پر اعتراض ہو رہے ہیں بالکل خاموش رہتے ہیں لیکن قادیان والے تو بالکل ہی اس بات کی طرف نہیں آتے۔ ان دنوں تقریباً ڈیڑھ سو آرٹیکل ہمارے متعلق مختلف انگریزی اخباروں میں نکلے ہوں گے۔ لیکن نہ باہر کے لوگوں نے اور نہ قادیان والوں نے کوئی ان کا جواب دیا۔ حالانکہ اس کے متعلق کچھ لکھنا بہت ضروری تھا۔ باہر کے ایک دو دوستوں نے بے شک اس طرف توجہ کی اور ان میں سے بعض مضامین کے جواب لکھے لیکن جب تک تمام کے تمام اس کام کی اہلیت رکھنے والے ادھر رخ نہ کریں کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ پس ہمارے انگریزی خواں طبقہ کو اس بات کی کوشش کرنا چاہئے اور اپنی خدا داد قابلیتوں کو استعمال میں لانا چاہئے۔ ورنہ یہ حالت تو موت پر دلالت کرنے والی ہے۔

میں نہیں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی شخص کسی کے باپ کو گالی دے تو وہ چپ رہے یا دکان کا مال اٹھا لے جائے اور وہ شور نہ مچائے۔ حضرت مسیح موعودؑ ہمارے باپ ہیں۔ ان پر لوگ آوازیں کستے ہیں اور ان پر اور ان کے عقائد پر گندے گندے اعتراض کرتے ہیں۔ تو کیا ایسی واہیات باتیں گالی کے برابر نہیں جو تم سب خاموش ہو۔ پھر یہاں تو فی الواقع گالیاں دی بھی گئیں۔ تمہیں تو ان باتوں سے بہ نسبت گالیوں کے زیادہ غیرت ہونی چاہئے۔

تین چار سال سے میں کوشش کر رہا ہوں کہ لوگ ایسے مضامین لکھیں۔ کالج کے لڑکوں کو بھی میں نے مقرر کیا۔ وہ مخلص بھی ہیں۔ کام کرنا بھی چاہتے ہیں اور کام کرنے کی اہلیت بھی ان میں ہے لیکن وہ کرتے کچھ نہیں اور سستی میں پڑے رہتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جمود ہے اور یہ مرجھاتی ہوئی طبیعتیں ہیں۔ حالانکہ وہ مومن ہیں اور مومن مردہ نہیں ہمیشہ زندہ ہے۔ نبیوں کی جماعتوں کی زبان اور تحریر کو بھی خدا تعالیٰ تیز کر دیتا ہے اور یہ انعام نبی کے ذریعے

اس کی امت کو ورثہ میں ملتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے سامنے عذر کرتے ہیں کہ زبان نہیں چلتی۔ فرعون کے سامنے کیسے جاؤں۔ ہارون کو بطور مدد گار دے دیجئے۔ نبی جھوٹا انکسار نہیں کیا کرتے جو یہ سمجھ لیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ازراہ انکسار ایسا کہا ہو۔ وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ واقع میں وہ کمزوری محسوس کرتے ہوں گے۔ نبی ہمیشہ سچ مچ کا انکسار کیا کرتے ہیں وہ بناوٹ کے طور پر ایسا نہیں کرتے۔ اور نہ ہی کسی خوف کے سبب انہیں ایسا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان میں فی الواقع ہی کمزوری ہو تو وہ پیش کرتے ہیں اور یہ نہیں کہ کمزوری تو کوئی ہو نہ اور وہ یونہی اپنے آپ کو کمزور ٹھہراتے پھریں۔ غرض وہی موسیٰؑ جو زبان نہ چلنے کا عذر کر رہے تھے اور ہارون کو بطور مدد گار مانگ رہے تھے۔ حرام ہے جو ایک لفظ بھی پھر ہارون کو بولنے دیا ہو۔ وہ ہارون جن کو مدد کے لئے مانگ رہے تھے۔ جب مل گئے تو ان کو موسیٰؑ نے بولنے بھی نہ دیا اور سارا کام آپ ہی کیا تو اس سے سمجھ آتا ہے کہ تحریر اور زبان بھی نبوت کا انعام ہیں اور نبی کے ساتھ اس کی جماعتوں کو بھی یہ انعام ملتے ہیں۔ اپنی طرف ہی دیکھ لو کہ کس طرح تم ان انعامات کے وارث بنائے گئے ہو۔ جو انعامات کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خدا کی طرف سے پائے۔ تم میں کیا ہے کہ تم سب پر بھاری ہو۔ یہی کہ تم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انعامات کے وارث ہو۔ مولوی بھی تو ڈرتے تھے کہ مرزائیوں کی زبان تو قینچی کی طرح چلتی ہے۔ ان کے ساتھ بات نہ کرو۔ مرزائی باتوں میں تو کسی کو وَر نہیں آنے دیتے اور پھر ہم تو اس نبی کی امت ہیں کہ جس کے الفاظ کے علاوہ معانی کو بھی معجزہ قرار دیا گیا ہے۔ معنی تو درکنار دیکھ لو قرآن جیسی عبارت بھی تو کوئی پیش نہیں کر سکتا۔ -

- -

باوجود ایسے نبی کی امت ہونے کے پھر بھی اگر ہم پر مہر لگ جائے اور ہم ان انعامات سے فائدہ نہ اٹھائیں تو کیا ہم کو ڈر نہیں کرنا چاہئے اور ہمیں اس حالت کے بدلنے کے لئے ہاتھ پاؤں نہیں مارنے چاہئیں۔ تا ایسا نہ ہو کہ ان انعامات کا کسی اور کو وارث بنا دیا جائے۔ پس میں تعلیم یافتہ طبقہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ تحریراً بھی ان باتوں کا جواب دے جو لوگ ہمیشہ ہمارے متعلق لکھتے رہتے ہیں۔ آج کل تو تقریباً ہفتہ میں ایک آرٹیکل ضرور ایسا نکلتا رہتا ہے۔ جس میں ہمارا ذکر ہوتا ہے لیکن ہماری طرف سے کوئی بھی اس طرف توجہ نہیں کرتا۔

تعلیم یافتہ ہوں یا نہ ہوں۔ عالم ہوں یا نہ ہوں میں ان سب کو توجہ دلاتا ہوں کہ سلسلے پر جو

علمی رنگ میں تحریری طور پر اعتراضات کئے جاتے ہیں ان کا اسی طرح جواب دیں اور اس غفلت کو پھینک دیں کہ یہ مردنی کی علامت ہے۔ لاشوں کے پاس لاشیں نہیں پہنچتیں۔ لیکن زندے زندوں کے پاس پہنچتے ہیں وہ حی القیوم خدا جو زندہ ہے کب زندوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آئے گا۔ اسی طرح مر کر تم اس کے پاس نہیں پہنچ سکو گے۔ البتہ زندہ رہ کر تم اس کے پاس پہنچ سکتے ہو۔ پس تم زندہ رہنے کی کوشش کرو۔ نہ صرف خود زندہ رہنے کی بلکہ دوسروں کو بھی زندہ بنانے کی کوشش کرو۔ جو عالم ہیں وہ اپنے رنگ میں جو عالم نہیں وہ اپنے رنگ میں۔ جو انگریزی خواں ہیں وہ اپنے طرز پر اور جو انگریزی خواں نہیں ہیں وہ اپنی طرز پر اس کام میں لگ جاویں۔ غرض تم میں سے کوئی نہ ہو جو اپنی اپنی استعداد اور اپنی اپنی قابلیت کے مطابق تبلیغ نہ کر رہا ہو۔

میں دعا کرتا ہوں کہ خداتعالیٰ تمہاری قلموں میں زور بخشے اور تمہاری زبانوں میں طاقت عطا فرمائے۔ اور تمہیں ہر قسم کی اہلیت اور قابلیت بخشے کہ تا سب تم میں سے خدا کا نام دنیا میں روشن کرنے کے لئے ہمہ تن مصروف ہوں اور اس کے جلال کے اظہار میں سب مشغول ہوں۔

(الفضل ۲۵ اگست ۱۹۲۵ء)

ا۔ الشعراء ۱۴